اسوۂ حسنہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریریں

عبدالقدیر سلیم

ابلاغ کا اہتمام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ کھڑے ہو کر خطاب فرماتے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے آپؐ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں --- کہتے ہیں کہ آپؐ بیٹھ کر خطبہ نہیں دیتے تھے۔ ۱۔ متعدد صحابہ کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ آپؐ دو خطبے دیتے تھے' اور ان کے وقفے کے درمیان منبر پر بیٹھ جاتے تھے۔ ۲۔ لیکن یہ دستور غالباً جمعہ کے خطبات کا تھا' جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ آپؐ منبر پر رونق افروز ہوتے تو بیٹھ جاتے' یہاں تک کہ موذن اذان سے فارغ ہو جاتا۔ پھر آپؐ کھڑے ہوتے اور خطاب فرماتے۔ اس کے بعد بیٹھ جاتے' اور بات چیت نہ کرتے' پھر کھڑے ہوتے اور خطاب فرماتے۔ ۳۔ یہی معمول ساری دنیا میں خطبہ جمعہ کے لیے آج بھی جاری ہے۔

ابن جریر طبری کی روایت کے مطابق مسجدِ نبویؐ میں لکڑی کا منبر سب سے پہلے ۸ ھ میں بنایا گیا۔ اس کے دو زینے اور پھر نشست گاہ تھی۔ ۴۔

اگرچہ معمول کھڑے ہو کر خطاب کرنے کا تھا' تاہم بعض غیر معمولی حالات میں' اور بڑے مجمعوں میں آپؐ سواری پر بیٹھ کر بھی خطاب فرماتے تھے۔ حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ کے دوران آپؐ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے۔ ۵۔ اسی طرح ہلال بن عامرؓ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ منیٰ میں آپؐ نے اپنے خچر پر سوار ہو کر خطبہ دیا۔ اس وقت آپؐ سرخ دھاری والی چادر اوڑھے ہوئے تھے' حضرت علیؓ آپؐ کے سامنے تھے' اور آپؐ کے

الفاظ کو دہراتے جاتے تھے۔ ۶۔ اس روایت سے' نیز دوسری روایات سے پتا چلتا ہے کہ حجتہ الوداع کے بڑے مجموں میں آپؐ کی آواز تمام حاضرین تک پہنچانے کے لیے مکبرین تھے' جو آپؐ کے الفاظ دہراتے جاتے تھے۔

اگرچہ آپؐ کی آواز بلند اور مخرج نہایت صاف تھا' تاہم آپؐ یہ پسند فرماتے تھے کہ خطاب کے وقت لوگ خطیب کے قریب ہو جائیں۔ بقول سمرہ بن جندبؓ آپؐ نے فرمایا تھا کہ "ذکر (خطبہ) کے وقت حاضر رہو' اور امام کے قریب ہو جاؤ' کیوں کہ وہ شخص جو ہمیشہ دور رہتا ہے' اگر جنت میں داخل بھی ہو' تو تاخیر سے داخل ہو گا۔" ۷۔

چوں کہ کلام اور خطاب سے مقصود کوئی اظہارِ اعجاز نہیں تھا' بلکہ سامعین کی اصلاح اور تعلیم مقصود تھی' اس لیے آپؐ اس طرح کلام فرماتے کہ لوگ بات کو اچھی طرح سنیں' ذہن نشین کر لیں' اور یاد رکھیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو تم لوگوں کی طرح لگاتار اور جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی' بلکہ صاف صاف ہر مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا کہ پاس بیٹھنے والے اچھی طرح ذہن نشین کر لیتے تھے۔ ۸

حضرت حسینؓ نے جب ہند بن ہالہؓ سے آپؐ کی گفتگو کی کیفیت پوچھی' تو انھوں نے کہا کہ آپؐ زیادہ تر غمگین اور ہمیشہ سوچ میں رہتے تھے۔ عموماً خاموش رہتے' بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے۔ کلام کی ابتدا اور انتہا پوری ادائگی کے ساتھ ہوتی تھی۔ ۹۔ بعض لوگ تکبر سے اس طرح گفتگو کرنے کے عادی ہوتے ہیں کہ آدھی بات منہ سے نکلتی ہے' اور آدھی بات منہ ہی میں رہ جاتی ہے۔ آپؐ کی عادتِ شریفہ اس طرح کی نہ تھی۔ جن باتوں پر زور دینا ہوتا' انھیں دو یا تین دفعہ دہراتے کہ لوگوں کے ذہن نشین ہو جائیں' یا تاکید کا اندازہ کر لیں۔ ۱۰۔ بعض دفعہ خطاب فرماتے وقت آنکھیں سرخ ہو جاتیں' آواز بلند ہو جاتی' اور گویائی کی کیفیت کچھ یوں ہوتی' گویا آپؐ غضب ناک ہوں۔ "یوں محسوس ہوتا جیسے آپؐ کسی لشکر سے ڈرانے والے ہوں' (وہ خبردار کرنے والا) جو کہہ رہا ہو کہ تم پر صبح یا شام کو حملہ ہونے والا ہے۔" ۱۱۔

گفتگو میں چہرے' آواز اور ہاتھ کے اشاروں سے کام لیتے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں ایک ایسے زمانے میں بھیجا گیا ہوں' جب قیامت ان کی طرح قریب ہے" اور یہ کہہ کر آپؐ نے انگشتِ شہادت اور بیچ کی انگلی باہم ملائیں۔ ۱۲۔

کلام کی جامعیت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ: بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ' یعنی میں کلمات جامعات کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں۔ مختصر اور چھوٹے سے فقرے میں معانی کا ایک سمندر سمو دینا آپؐ کی خصوصیت تھی اسی لیے آپؐ کی تقریر عموماً مختصر ہوتی تھی (اگرچہ بعض طویل خطاب کی روایات بھی ملتی ہیں' جن کا تذکرہ آگے آئے گا)۔ عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص تقریر کرنے کھڑا ہوا' اور بڑی لمبی چوڑی باتیں کرنے لگا۔ عمروؓ نے لوگوں سے کہا' "اگر یہ شخص گفتگو میں میانہ روی اختیار کرتا تو اس کے لیے بہتر ہوتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ "میں نے یہ سمجھ لیا ہے" یا "مجھے یہ حکم دیا گیا ہے" اس میں راوی کو شک ہے کہ آپؐ کے الفاظ کیا تھے "کہ گفتگو میں اختصار سے کام لوں' کیونکہ اختصار ہی بہتر ہوتا ہے" -۱۳- اسی طرح عمارؓ بتاتے ہیں کہ انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ "آدمی کا لمبی نماز پڑھنا اور خطبہ کا اختصار اس کی دانائی کی علامت ہے۔ سو نماز کو طول دو' اور خطبے کو مختصر کرو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بعض بیان ہی سحر انگیز ہوتا ہے (اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا)" ۱۴- اسی طرح جابرؓ کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ آپؐ کا خطبہ اوسط طوالت کا ہوتا تھا' نہ بہت زیادہ مختصر' اور نہ بہت طویل-۱۵-

عید کے خطبے

تاریخ و آثار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عید کے دن خطبہ دینے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ابوسعید خدریؓ کے مطابق عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی صبح جب مسلمان عیدگاہ میں جمع ہو جاتے' تو پہلے آپؐ عید کی دو رکعت نماز پڑھاتے' پھر کھڑے ہو جاتے' لوگ بیٹھے رہتے' اور آپؐ ان سے خطاب فرماتے' نصیحت کرتے اور ضروری احکام صادر فرماتے' اگر کہیں کوئی لشکر بھیجنا ہوتا تو اس کا انتظام فرماتے' یا کسی اور چیز کا حکم دینا ہوتا' تو اس کا حکم دیتے۔ گویا یہ خطبۂ عید کے موضوعات تھے ۱۶۔ حضرت جابرؓ نے ایک عید کے احوال یوں بیان کیے ہیں کہ ایک عید کے دن وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نمازِ عید کے لیے گئے' تو آپؐ نے پہلے نماز پڑھی (اور سب نے آپؐ کے ساتھ نماز ادا کی)۔ اس نماز میں اذان اور اقامت نہیں کہی گئی۔ جب آپؐ نماز پڑھا چکے' تو حضرت بلالؓ کے سہارے کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی' لوگوں کو نصیحت فرمائی' انھیں احکامِ الٰہی یاد دلائے' اور اپنی اطاعت پر ابھارا۔ پھر آپؐ عورتوں کی طرف تشریف لے گئے

(جو عید گاہ میں نماز کے لیے علیحدہ صف بند تھیں)۔ بلالؓ ساتھ تھے۔ آپؐ نے انھیں اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دیا' انھیں نصیحتیں کیں' اور ان کے فرائض یاد دلائے۔۱۷ مسلم کی ایک اور روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آپؐ یہ بھی فرماتے "صدقہ دو'صدقہ دو" اور صدقہ دینے والی اکثر عورتیں ہوا کرتی تھیں۔۱۸ عید کے دن خاص طور پر انفاق اور صدقہ دینے کی تاکید غالباً اس لیے کی جاتی تھی کہ آپؐ چاہتے تھے کہ خوشی کے اس دن سب لوگ اچھی طرح کھا پی لیں' اور کوئی غریب اور محتاج محروم نہ رہ جائے۔

عید کے علاوہ بھی بعض دفعہ آپؐ عورتوں کی مجالس میں علیحدہ خطاب فرماتے۔ ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی' اور کہا کہ یا رسول اللہؐ مردوں نے تو آپؐ کی باتوں سے فائدہ اٹھا لیا' آپؐ اپنی طرف سے ہمارے لیے بھی کوئی دن مقرر فرمادیں' جس میں ہم آپؐ کے پاس آئیں' اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپؐ کو سکھایا ہے' اس میں سے آپؐ ہمیں بھی کچھ سکھائیں۔ آپؐ نے فرمایا' اچھا تم فلاں دن فلاں جگہ جمع ہو جانا۔ وہ جمع ہو گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے' اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جو تعلیم دی تھی' اس میں سے آپؐ نے انھیں بھی سکھایا۔۱۹

پر اثر خطابت

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں وہ تاثیر رکھی تھی کہ اصحاب سنتے اور بے اختیار عمل کی طرف دوڑ پڑتے۔ ابن عباسؓ کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ایک دفعہ عید کی نماز کے بعد آپؐ نے پہلے تو مردوں کے سامنے تقریر فرمائی' اور پھر بلالؓ کو ساتھ لے کر عورتوں کے مجمع کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں انھیں نصیحتیں فرمائیں' اور صدقہ و زکوٰۃ کی تلقین کی۔ عورتیں اپنے روپے پیسے سے زیادہ اپنے زیورات سے محبت رکھتی ہیں' کیونکہ وہ نہ صرف ان کا اثاثہ ہوتے ہیں' بلکہ ان کی اشیائے زینت بھی' اور یہ تو خاص عید کا دن تھا ---- "یوم الزینت"۔ لیکن آپؐ کی تلقین کا یہ اثر ہوا کہ عورتوں نے اپنے گلے اور کانوں سے زیور اتار اتار کر بلالؓ کے حوالے کرنے شروع کر دیے۔۲۰

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جو حکم ملتا' اس کی فوری اطاعت صحابہ کرام کا شیوہ تھا۔ مگر اس سے آپؐ کے کلام کی تاثیر کا بھی اندازہ ہوتا ہے' حضرت جابرؓ ایک واقعہ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ جمعہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر اچھی طرح بیٹھ گئے' تو آپؐ نے لوگوں سے بھی فرمایا: "بیٹھ جاؤ!" ابن مسعودؓ مسجد میں داخل ہو رہے تھے' انھوں

نے یہ الفاظ سنے تو مسجد کے دروازے ہی پر بیٹھ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں دیکھا تو فرمایا: "اے عبداللہ بن مسعود' اندر آ جاؤ"۔۲۱

ایسی تو بہت سی روایتیں ہیں کہ آپؐ کی تقریر سن کر لوگ شدتِ تاثیر سے رونے لگتے تھے۔ عرباض بن ساریہؓ کہتے تھے' کہ ایک دفعہ آپؐ (غالباً نماز کے بعد) ہماری طرف منہ کر کے بیٹھ گئے' اور ہمیں نہایت موثر انداز میں نصیحت کی کہ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔۲۲

اسی طرح کی ایک روایت اسماء بنت ابی بکرؓ کی ہے۔ ایک دن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی آزمائش کا ذکر کیا' تو سامعین آواز سے رونے لگے۔ یہ آواز اور شورِ گریہ اتنا بلند ہوا کہ "...... میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سمجھنے سے قاصر رہی"۔ جب لوگوں کا شور کچھ کم ہوا تو میں نے قریب بیٹھے ہوئے ایک صاحب سے پوچھا "خدا تمھیں برکت دے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر کیا فرمایا تھا؟"

انھوں نے کہا' "آپؐ نے فرمایا تھا کہ تم قبروں میں آزمائے جاؤ گے' اور یہ امتحان' فتنۂ دجال کے قریب قریب ہو گا"۔۲۳

متعدد روایات سے اس قسم کے زبردست ایمانی اثرات کا پتہ چلتا ہے۔ عام عرب' اور خصوصاً بدو' نرم دل لوگ نہ تھے۔ ان کے عادات و اطوار میں ایک طرح کی شدت اور سختی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی اشاعت اور دین کے غلبے کے لیے ان کی اس خصوصیت سے پورا پورا کام لیا۔ لیکن پہلے اس سخت دھات کو پگھلانے اور اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی بھی ضرورت تھی۔ آپؐ کے پسندیدہ طور طریقوں' نرم خو اور عفو و درگزر کے نمونے سے صحابہؓ پر نہایت خوش گوار اثرات مرتب ہوئے (نگاہ یار من در من اثر کرد)۔ پھر آپؐ کے موثر اور دل نشین کلام نے بھی قلوب کو نرم کر دیا۔

اسی طرح کے ایک واقعے کے راوی ابوامامہؓ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر تھے۔ آپؐ نے ہمیں نصیحتیں کیں' اور ہمارے دل گداز ہو گئے۔ سعد بن ابی وقاصؓ رو پڑے اور بہت روئے۔ کہنے لگے' کاش مجھ کو موت آ جاتی' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم جنت کے لیے پیدا کیے گئے ہو' تو تمھاری عمر جتنی طویل اور عمل کی نیکی جتنی زیادہ ہو گی تمھارے لیے بہتر ہی ہو گا۔۲۴

شاہکار خطاب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ لیکن پراثر خطابت کے کئی ایسے نمونے تاریخ میں

محفوظ ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے اپنی خداداد صلاحیت اور دانائی سے کام لے کر اسلامی تحریک کو اپنے ابتدائی دور ہی میں جاہلیت کی چٹانوں پر پاش پاش ہونے سے کس طرح بچایا۔ مدینہ کے دو طاقت ور قبائل اوس اور خزرج تھے۔ ظہورِ اسلام سے قبل ان میں شدید رقابت تھی، جس کے نتیجے میں ایک بڑی جنگ (بعاث) بھی ہو چکی تھی۔ یہ رقابت بعد میں بھی کبھی کبھی عود کر آتی تھی۔ ایک دفعہ دو صحابی جو ان مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے، اس جنگ پر گفتگو کرنے لگے۔ واقعات کے بیان میں پہلے تو تلخی آئی، پھر نوبت سخت کلامی تک پہنچی، اور آخر کار دونوں نے اپنے اپنے قبیلے کو آواز لگائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا، تو وہاں تشریف لے گئے اور خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اے گروہِ مسلمین! اللہ اللہ یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ حالانکہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں۔ اللہ نے تمہیں اسلام کا راستہ دکھا دیا ہے، اور اس کے ذریعے تمہیں عزت و شرف بخشا ہے،اسی کے ذریعے جاہلیت کی باتوں سے تمہارا رشتہ کاٹ دیا ہے، اسی کے ذریعے تمہیں کفر سے نجات دلائی ہے، اور تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے الفت پیدا کر دی ہے... ۔۲۵۔

لوگوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، اور وہ رونے لگے۔ دونوں گروہوں سے تعلق رکھنے والوں نے ایک دوسرے کو گلے لگایا، اور آپؐ کے ساتھ واپس ہوئے۔۲۶۔

اس طرح کی نازک صورتِ حال پر قابو پانے کے لیے آپؐ نے جو خطبات ارشاد فرمائے، اور ان میں سے جو خطبات تاریخ کے صفحات میں محفوظ رہ گئے ہیں، ان کا ایک شاہکار وہ خطاب ہے، جو ہوازن کے مالِ غنیمت کی تقسیم کے سلسلے میں ارشاد فرمایا تھا۔ یہ خطبہ بہت طویل نہیں، لیکن دنیا میں شاید ہی کسی قائد کی مثال پیش کی جا سکتی ہو، جس نے مختصر الفاظ میں اپنے رنجور، غضب ناک اور دل برداشتہ ساتھیوں کے دل اعتماد اور گرم جوشی سے اسی طرح معمور کر دیے ہوں۔

واقعہ یہ تھا کہ فتح مکہ کے بعد ہی ہوازن کا معرکہ پیش آیا۔ اس میں جو مالِ غنیمت ہاتھ آیا، اس کا بڑا حصہ آپؐ نے قریشِ مکہ (جو ابھی ابھی اسلام کے دائرۂ اطاعت میں آئے تھے) اور دوسرے قبائل میں تقسیم فرما دیا۔ مدینہ کے انصار کو یہ بات بری لگی۔ ان میں سے بہت سے لوگ فضول باتیں کرنے لگے۔ بعض نے یہ بھی کہہ دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم (یعنی قریشِ مکہ) کی طرف داری کی ہے۔ سعد بن عبادہؓ ایک جلیل القدر انصاری اور صحابیِ رسولؐ تھے۔ وہ مدینہ کے ان غیر مطمئن عناصر کی نمائندگی کرتے ہوئے آپؐ کے پاس آئے۔ آپؐ

نے ان سے دریافت فرمایا کہ تمہارا موقف کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ "میں تو اپنی قوم کے ساتھ ہوں"۔ یعنی وہ بھی مدینہ کے ان نوجوانوں کے ہم خیال تھے کہ جو اس تقسیم کو اپنی حق تلفی اور اپنے ساتھ بے انصافی پر محمول کر رہے تھے۔

آپؐ کے حکم پر انصار ایک جگہ جمع ہوئے' اور آپؐ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"...... اے گروہِ انصار! کیسی بات ہے' جو مجھے تمہاری طرف سے معلوم ہوئی ہے؟ کیا تم اپنے دلوں میں میرے خلاف غصہ پاتے ہو؟

"کیا تم گمراہ نہیں تھے' تو جب میں آیا' تو اللہ نے تمہیں ہدایت دی۔ اور تم مفلس تھے تو اللہ نے تمہیں غنی کر دیا' اور تم باہم دشمن تھے' تو اللہ نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے الفت ڈال دی"۔

لوگوں نے کہا "ہاں بے شک' اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کی نعمت و احسان اور فضل سب سے بڑھ کر ہیں"۔

پھر آپؐ نے فرمایا:

"اے گروہ انصار' تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے"؟

شاید لوگوں کی آواز پست اور لہجہ دھیما تھا۔ آپؐ کے مکرر جواب طلب کرنے پر لوگوں نے کچھ بلند آواز سے کہا "یارسول اللہؐ ہم آپؐ کو کیا جواب دیں؟ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کی نعمت و احسان اور فضل سب سے بڑھ کر ہیں"۔

آپؐ نے فرمایا:

"نہیں' بلکہ خدا کی قسم' تم چاہتے تو یہ بھی کہہ سکتے تھے ---- اور اس صورت میں بھی تم سچ ہی کہتے' اور تمہاری تصدیق ہی کی جاتی ---- کہ تم [حضور اکرمؐ] ہمارے پاس جھٹلائے ہوئے آئے تھے' تو ہم نے تمہاری تصدیق کی۔ تمہیں لوگوں نے چھوڑ دیا تھا' تو ہم نے تمہاری مدد کی۔ تم دھتکارے ہوئے تھے تو ہم نے تمہیں پناہ دی' اور تم محتاج تھے' تو ہم نے تمہاری اعانت کر کے اپنے برابر کر لیا۔

"اے گروہِ انصار' تم اپنے دل میں ایک ایسے ناپائیدار مال کی بنیاد پر ناراض ہو گئے ہو' جو میں نے ابھی تازہ اسلام لانے والی قوم کو تالیفِ قلب کے لیے دیا ہے' حالانکہ میں نے تمہیں تمہارے اسلام کے سپرد کیا ہے۔

"اے گروہِ انصار' کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں' اور تم

اپنے گھروں میں رسول اللہؐ کو لے جاؤ؟ خدا کی قسم، [illegible] لے کر جاتے ہو، وہ اس سے بہتر ہے، جو وہ لے کر جا رہے ہیں۔ پس قسم ہے اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، اگر ہجرت مقدر نہ ہوتی، تو میں انصار میں سے ایک شخص ہوتا۔ اگر تمام لوگ ایک گھاٹی کی طرف جائیں، تو میں انصار والی گھاٹی کی طرف جاؤں گا۔

"اے اللہ، انصار پر رحم فرما، انصار کے بیٹوں پر رحم فرما، اور انصار کے بیٹوں کے بیٹوں پر رحم فرما"۔

راوی کہتے ہیں کہ آپؐ کی گفتگو سن کر سارے لوگ رونے لگے، یہاں تک کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں، اور سب نے کہا:

"اپنی قسمت اور حصے میں ہم رسول اللہؐ کے فیصلے پر راضی ہیں"۔۲۷

معانی کی دنیا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پر گفتگو کو ہم جاحظ کے اس نہایت جامع تبصرے کے ساتھ ختم کرتے ہیں، جسے علامہ رافعی نے "اعجاز القرآن" میں نقل کیا ہے، بقول جاحظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ایسا ہوتا تھا کہ "اس میں الفاظ تو کم ہوتے مگر معانی کی ایک دنیا آباد ہوتی۔ بناوٹ سے خالی اور تکلف سے پاک . . . جہاں بسیط و تفصیل کی ضرورت ہوتی، وہاں آپؐ کا کلام مبسوط اور مفصل ہوتا، اور جہاں ایجاز و اختصار کی ضرورت ہوتی، وہاں مختصر۔ نامانوس اور اجنبی الفاظ سے آپؐ گریز فرماتے۔ سوقیانہ اور شائستگی سے گرے ہوئے کلام سے آپؐ اجتناب فرماتے۔ جب بھی آپؐ کی زبان گویا ہوتی، اس سے حکمت کے جواہر ہی نکلتے! اور جب بھی آپؐ کلام فرماتے (وہ تائید الٰہی اور توفیق خداوندی کی بنا پر خطا و لغزش سے) معصوم ہوتا، اور اس میں نہایت پاکیزگی اور شائستگی ہوتی۔

"پس یہی آپؐ کا وہ کلام تھا، جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں آپؐ کی محبت ڈال دی تھی، اور قبولیت کا دروازہ کھول دیا تھا۔ آپؐ کی ہیبت اور محبت دونوں کو بیک وقت لوگوں کے دلوں میں اکٹھا کر دیا گیا، اور آپؐ کے کلام کو حسنِ تفہیم اور قلتِ الفاظ کا جامع بنا دیا گیا۔ آپؐ باوجودے کہ کلام کا اعادہ فرمانے سے مستغنی تھے، اور سامع کو بہت کم ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ آپؐ اپنی بات کا اعادہ فرمائیں، پھر بھی جب آپؐ گفتگو فرماتے تو نہ کوئی کلمہ ساقط ہوتا، نہ (مکرر ارشاد فرمانے میں) بھٹکتے، اور نہ کوئی دلیل آپؐ سے چھوٹ جاتی۔ پھر آپؐ کے کلام کے سامنے نہ تو کسی نے زبان کھولنے کی جرات کی، اور نہ کوئی خطیب آپؐ پر فوقیت حاصل

کر سکا۔ آپؐ کے انتہائی کامیاب خطبے' قلیل ترین الفاظ پر مشتمل ہیں۔ فریق مقابل کے آگے مسکت دلائل پیش کرنے میں آپؐ انھی باتوں سے کام لیتے' جن کو وہ پہلے سے جانتا ہوتا۔ صرف صداقت کو اپنی دلیل بناتے' اور صرف حق کی بنا پر کامیابی حاصل کرنا چاہتے۔ اس باب میں نہ چکنی چپڑی باتوں اور فریب سے فائدہ اٹھاتے' نہ عیب چینی کرتے۔ نہ ست روی اختیار فرماتے' اور نہ جلد بازی کرتے۔ نہ بات کو بڑھاتے اور نہ گھٹاتے۔

"پھر یہ کہ لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے زیادہ عام نفع بخش کلام نہیں سنا۔ لفظاً' نہ آپؐ کے کلام سے زیادہ سچا اور عدل و توازن کے اعتبار سے متوازن تر کلام کبھی لوگوں کے کان میں پڑا' اور نہ روش کے لحاظ سے اس قدر حسین اور اپنے مطالب کے لحاظ سے اتنا مکرم کلام کسی کے سننے میں آیا۔ نہ موقع کے لحاظ سے اتنا برمحل' نہ مخرج میں اتنا نرم۔ نہ معنی کے لحاظ سے اتنے فصیح اور نحوی کے لحاظ سے اتنے واضح کلام سے لوگوں کے کان کبھی آشنا ہوئے تھے"۔۲۸۔

محفوظ رکھنے کا اہتمام

حدیث' سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں آپؐ کے جو خطبات (یا ان کے اقتباسات) اور فرامین محفوظ رہ گئے ہیں' وہ آپؐ کی معجز بیانی' حکمت و دانائی' الہامی فراست اور زندہ معجزے کی جھلکیاں ہیں' بلکہ ہمیشہ کے لیے ہدایت و راہ نمائی کے روشن منار ہیں۔ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ آپؐ کے تمام خطبات' بہ تمام و کمال محفوظ نہیں رہے ہیں۔ اکثر کتابوں میں جستہ جستہ اقتباسات ہی ہیں۔ اکثر خطبات کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ اصل خطبہ بڑا تھا اور یہ اس کا ایک حصہ ہی ہے۔ ایک چینی کہاوت کے مطابق ہلکی روشنی بھی قوی ترین حافظے سے زیادہ دیرپا ہوتی ہے۔ چوں کہ بیش تر صحابہ نے آپؐ کے ان طویل خطبات کو محفوظ رکھنے کا کما حقہٗ اہتمام نہیں کیا تھا' (وجوہ سے بحث نہیں) اور آپؐ کے حینِ حیات انھیں ضبطِ تحریر میں نہیں لائے' اس لیے وہ اپنی مکمل صورت میں موجود نہیں ہیں۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے کھڑے ہوئے' اور اسی جگہ آپؐ نے قیامت تک ہونے والی ساری باتوں کا ذکر فرمایا۔ جن لوگوں نے ان باتوں کو یاد رکھا' یاد رکھا' اور جو بھول گئے' بھول گئے۔ یہ میرے دوست (یعنی حضرت حذیفہؓ کے ساتھی صحابہ) اسے جانتے ہیں' جب کوئی ایسی بات ظاہر ہوتی ہے' جسے میں بھول گیا تھا' تو مجھے وہ بات اپنے وقوع کے وقت یاد آ جاتی ہے جسے آپؐ نے بیان فرما دیا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک آدمی ایک غائب شخص کے

چہرے کو یاد رکھتا ہے، اور جب اسے دیکھ لیتا ہے، تو پہچان جاتا ہے"۔۲۹۔

ایک روایت میں حضرت عمرؓ نے بھی غالباً اسی خطبے یا اس طرح کے کسی دوسرے خطاب کی طرف اشارہ کر کے اس کے موضوع گفتگو پر بھی کچھ روشنی ڈالی۔ وہ کہتے تھے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر اسی جگہ آغاز پیدائش سے اہلِ جنت کے اپنے مقامات میں، اور اہلِ دوزخ کے اپنے مقامات میں داخل ہو جانے تک کا ذکر کیا۔ جس نے اسے یاد رکھا، اس نے یاد رکھا، اور جو بھول گیا، سو بھول گیا"۔۳۰

ایسی ہی روایت حضرت عمرو بن اخطب انصاریؓ کی ہے، جس سے خطبے کے طول کا اندازہ ہوتا ہے، اگرچہ دوسری روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ کے خطبات عموماً مختصر ہوتے تھے، تاہم ایسے طویل خطبات بھی آپؐ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ عمرو بن اخطبؓ کہتے ہیں:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، پھر منبر پر چڑھے اور ہم سے خطاب فرمایا، یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی۔ آپؐ اترے، اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر تشریف لے گئے، اور ہم سے خطاب فرمایا، یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ آپؐ نیچے تشریف لائے اور نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف لے گئے، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ آپؐ نے ہمیں ان تمام باتوں کی خبر دی، جو قیامت تک ہونے والی تھیں۔ ہم میں سے وہ شخص عقل مند تر ہے، جس نے ان باتوں کو زیادہ یاد رکھا"۔۳۱۔

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ پورا خطبہ کسی نے یاد نہ رکھا، یا کم از کم اس کی مکمل روایت نہیں کی گئی۔ احادیث و آثار میں "کتاب الفتن" تاریخ اور پیش گوئیوں کے طور پر جو روایات ملتی ہیں، خیال ہے کہ اس طرح کے خطبات سے ماخوذ ہوں گی۔ اس طرح کے طویل خطبات اپنے موضوع کی وسعت اور تنوع کی بنا پر یقیناً اور بہت سی احادیث کا بھی جزو بن گئے ہوں گے، اور اس طرح احادیث و آثار کی کتابوں میں آپؐ کے جو ارشادات محفوظ ہیں، ان میں سے بہت سے ایسے ہی خطبات کے اجزا ہوں گے۔ لیکن کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ خطبات بھی جوں کے توں محفوظ رہ جاتے یا شاید یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمتوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے، محو فرما دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے، باقی رکھتا ہے۔ اس کی حکمت ہر چیز پر محیط ہے۔

حواشی

۱۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ عمری: مشکوٰۃ المصابیح: محمد سعید اینڈ سنز، کراچی، ج ۱، ۱۳۳۱

۲۔ ایضاً، ج ۱، ۱۳۳۱، ۱۳۲۹، ۱۳۳۱

۳۔ ایضاً، ج ۱، ۱۳۲۹

۴۔ طبری، محمد ابن جریر، تاریخ الامم والملوک (اردو ترجمہ) ج ۱، ص ۳۶۷

۵۔ شبلی، بحوالہ مذکور، ج ۲، ص ۱۵۴، مشکوٰۃ ج ۱، نمبر ۲۴۸۱

۶۔ ابوداؤد، بحوالہ مشکوٰۃ، ج ۲، ۳۱۶۶

۷۔ ایضاً، ج ۱، ۱۳۰۸۔

۸۔ کتاب الشمائل ترمذی: نور محمد، کراچی، ص ۱۶۵، نیز عیاض، الشفاء، ص ۷۰

۹۔ کتاب الشمائل، ص ۶۷ - ۱۶۶، اعجاز القرآن، ص ۲۳ - ۳۲۲

۱۰۔ آپؐ کے "ہر بات کو تین دفعہ دہرانے" کا مطلب یہ نہیں کہ ہر موقع پر ہر جملے کو تین تین دفعہ دہراتے تھے۔ اس طرح کی گفتگو نہ صرف سنجیدہ طریقِ تکلم کے خلاف ہے، بلکہ آدابِ فصاحت و خطابت سے بھی بعید ہے۔ مختلف روایتوں میں کلام اور خطبات جس طرح روایت ہوئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ جس بات کی تاکید فرمانا چاہتے، اس کی تکرار فرماتے، تاکہ سامعین کے ذہن میں اس کی اہمیت جاگزیں ہو جائے۔ بعض دفعہ آپؐ کے گرد سامعین کا مجمع ہوتا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ سامنے، داہنے اور بائیں، تینوں اطراف میں موجود اصحاب کی طرف توجہ فرما کر آپؐ بات کو دہراتے ہوں۔ (محمد بن عیسیٰ ترمذی: شمائل ترمذی، (ترجمہ مولانا محمد زکریا) دارالاشاعت، کراچی، ص ۸ - ۱۵۷۔)

۱۱۔ مسلم، الجامع الصحیح، بحوالہ مشکوٰۃ: ج ۱ نمبر ۱۳۲۳

۱۲۔ مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ: ج ۳، ۵۶۸۲

۱۳۔ ابوداؤد، بحوالہ مشکوٰۃ، ج ۲، ۳۵۹

۱۴۔ مسلم، بحوالہ مذکور، ج ۱، ۱۳۲۲

۱۵۔ ایضاً، ج ۱، ۱۳۲۱

۱۶۔ بخاری و مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ ج ۱، ۱۳۳۲

۱۷۔ نسائی، بحوالہ مشکوٰۃ: ج ۱، ۱۳۲۶

۱۸۔ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ، ج ۱، ۱۳۶۸

۱۹۔ بخاری بحوالہ مشکوٰۃ ج ۱، ۱۲۶۱

۲۰۔ بخاری و مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ: ج ۱، ۱۳۴۵

۲۱۔ ابوداؤد، بحوالہ مذکور، ج ۱، ۱۳۳۴

۲۲۔ احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بحوالہ مذکور: ج ۱، ۵۷

۲۳۔ ایضاً، ج ۱، ۱۳۹

۲۴۔ احمد، بحوالہ مذکورہ ج ۲، ۱۵۲۶

۲۵۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ: ج ۲، ص ۲۰۵

۲۶۔ ایضاً ج ۲، ص ۲۰۵

۲۷۔ ابن ہشام: السیرۃ النبویۃ: ج ۴، ص ۴۳ - ۱۳۱؛ بخاری: ج ۲، ص ۳۸۲

۲۸۔ رافعی، مصطفیٰ صادق: اعجاز القرآن و بلاغۃ النبوۃ مطبع الاستقامۃ مصر، ۱۹۴۵، ص ۱۵ - ۳۱۳، ۳۱۴

۲۹۔ بخاری و مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ: ج ۳، ۵۱۱۴

۳۰۔ بخاری، بحوالہ مذکور، ج ۳، ۵۱۱۴

۳۱۔ مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ، ج ۳، ۵۹۸۲۔ آپؐ کے خطبات کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ سیرت کے علاوہ "جمھرۃ الخطب العربیۃ" میں عرب کے مشہور خطبا کے ساتھ آپؐ کی تقاریر بھی ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ صدیقی نے "الوثائق السیاسیۃ" میں آپؐ کی تحریریں جمع کی ہیں۔ راقم الحروف نے بھی پورے پس منظر کے ساتھ آپؐ کی تقریریں اور تحریریں جمع کی ہیں۔

آپ کے مطالعے کے لیے
چند منتخب کتابیں

کتاب	مصنف / مترجم	قیمت
اسلام کا فوجداری قانون (مکمل تین حصے)	تالیف: عبدالقادر عودہ شہید/ترجمہ: ساجد الرحمٰن صدیقی	روپے ۳۶۰/-
اسلام کا نظامِ حکومت (الاحکام السلطانیہ)	امام ابوالحسن الماوردی/ترجمہ، ساجد الرحمٰن صدیقی	۹۰/-
تاریخ افکار و علومِ اسلامی (مکمل دو حصے)	علامہ راغب الطباخ / ترجمہ: افتخار احمد بلخی	۱۰۸/-
تحریک آزادیٔ ہند اور مسلمان (مکمل دو حصے)	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	۱۲۳/-
مولانا مودودی کی تقاریر (حصہ اول۔ دوم)	مرتبہ: ثروت صولت	۸۰/-
اسلام کا نظریۂ ملکیت (مکمل دو حصے)	ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی	۸۱/-
زکوٰۃ، فلسفہ اور قانون	فرشتہ۔ ج۔ د۔ سائس	۷۵/-
ادبیاتِ مودودیؒ	تالیف پروفیسر خورشید احمد	۳۲/-
ارمغانِ اقبالؒ (علامہ اقبالؒ پر نادر مقالات و مضامین)	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین	۶۶/-
اوراقِ گم گشتہ	" " "	۳۰/-
ترکی قدیم و جدید (رودادِ سفر)	خلیل احمد حامدی	۲۵/-
ترکستان میں مسلم مزاحمت	آباد شاہ پوری	۲۱/-
مشرقی ترکستان	ثروت صولت	۲۲/۵۰
ترک اور ترکی	" "	۶۰/-
عورت اور دورِ جدید	منیر احمد خلیلی	۳۳/-

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور (پاکستان)

فیکس: ۷۶۵۸۹۶۴ - (۰۴۲)   فون: ۳۲۵۲۴۳ - ۷۶۶۴۵۰۴

ادارہ معارف اسلامی منصورہ۔ لاہور

کی

نئی مطبوعات

فقہی انسائیکلو پیڈیا — موسوعہ فقہ حضرت ابوبکرؓ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فقہی آراء کا مجموعہ

تصنیف: ڈاکٹر رواس قلعجی

ترجمہ: مولانا عبدالقیوم

صفحات: [illegible]

قیمت: [illegible] روپے

فقہی انسائیکلو پیڈیا — موسوعہ فقہ حضرت عثمانؓ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی آراء کا مجموعہ

مصنف: ڈاکٹر رواس قلعجی

ترجمہ: ایف الدین ترابی

صفحات: ۳۲۰

قیمت: [illegible] روپے

فقہی انسائیکلو پیڈیا — موسوعہ فقہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی آراء کا مجموعہ

مصنف: ڈاکٹر رواس قلعجی

ترجمہ: مولانا عبدالقیوم

صفحات: [illegible]

قیمت: ۲۰۰ روپے

فقہی انسائیکلو پیڈیا — موسوعہ فقہ حضرت عمرؓ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی آراء کا مجموعہ

تصنیف: ڈاکٹر رواس قلعجی

ترجمہ: مولانا ساجد الرحمٰن صدیقی

صفحات: [illegible]

قیمت: [illegible] روپے

فقہی انسائیکلو پیڈیا — موسوعہ فقہ حضرت علیؓ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی فقہی آراء کا مجموعہ

مصنف: ڈاکٹر رواس قلعجی

ترجمہ: مولانا عبدالقیوم

صفحات: ۸۱۲

قیمت: ۲۰۰ روپے

بوسنیا — مولانا خلیل احمد حامدی

تاریخ، جغرافیہ، داستان جہاد

صفحات: ۲۵۶ — قیمت: ۷۵/- روپے

صدائے رستاخیز

الجمعیۃ دہلی میں سید مودودیؒ کے ۱۹۲۵ء کے لکھے ہوئے مضامین

جمع و ترتیب: مولانا خلیل احمد حامدی

صفحات: ۵۲۲ — قیمت: ۱۵۰/- روپے

عورت معرض کشمکش میں

مصنف: مولانا نعیم صدیقی

صفحات: ۳۰۸ — قیمت: ۱۱۴/- روپے

حرمت سود

وفاقی شرعی عدالت کے سوالنامے کا مفصل جواب

مولانا گوہر رحمٰن

صفحات: ۱۱۶ — قیمت: ۲۵/- روپے

بانگ سحر

جمع و ترتیب: مولانا خلیل احمد حامدی

الجمعیۃ دہلی میں مولانا مودودیؒ کے ۱۹۲۶ء کے لکھے ہوئے مضامین

سفید کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ، جاذب نظر ٹائٹل

صفحات: ۲۲۲ — قیمت: ۱۳۰ روپے

مسلم دنیا (شمارہ ۲-۳) ۹۲-۱۹۹۱ء

ہر لائبریری کی ضرورت

دنیائے اسلام کے تازہ ترین حالات و واقعات کا مرقع

صفحات: ۵۴۰ — قیمت: ۱۵۰/- روپے

ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک

مصنف: مولانا مسعود عالم ندوی

صفحات: ۲۰۶ — قیمت: ۸۱/- روپے

آفتاب تازہ

۱۹۲۶ء

الجمعیۃ دہلی میں سید مودودیؒ کی نثر جلوہ تحریریں

صفحات: ۲۵۹ — قیمت: ۲۵ روپے

یادگار لمحات

تصنیف: عاصم نعمانی

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی رفاقت میں گزرے ہوئے یادگار لمحات اور یادداشتیں

صفحات: ۲۰۸ — قیمت: ۶۲/- روپے

ہندوستانی مفسرین اور ان کی تفسیریں

مصنف: ڈاکٹر سالم قدوائی

صفحات: ۳۰۸ — قیمت: ۸۲/- روپے

جلوۂ نور

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

جمع و ترتیب: مولانا خلیل احمد حامدی

اقبال کا شعلۂ نوا

تصنیف: نعیم صدیقی

صفحات: ۲۴۴ — قیمت: ۶۰/- روپے

ملنے کا پتہ: المنار بک سنٹر، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور — فون: ۴۲۷۹۱۴، ۴۳۰۰۳۴

تحریکِ اسلامی

اسلامی تحریکیں، ماضی اور حال

روحِ جہاد کی تجدید

خلیل احمد حامدی

جہاد اور اس کے اثرات

مسلم امت کو جس چیز نے ہمیشہ فعّال اور تیز رَو بنائے رکھا وہ جہاد تھا۔ جہاد کی بدولت مسلمانوں نے دنیا کے اندر سے ظلم و ستم، شرک و کفر اور انسانی خدائی کا قلع قمع کیا اور انسان کو اوہام و خرافات کی زنجیروں سے نجات دی۔ اور پھر جہاد کی بدولت علم و تحقیق کے گلستان پیدا کیے، عدل و انصاف کی بہاریں برپا کیں، انسانوں کو رنگ و نسل اور تفاخر و تکاثر کے پیمانوں سے ناپنے کے بجائے ایمان و تقویٰ کے پیمانوں سے ناپنے کی طرح ڈالی۔ جہاد نے مسلمان نوجوانوں کو تن آسانی کے بجائے جفاکشی، اور عیش کوشی کے بجائے پاک نفسی کے جوہر سے آراستہ کیا۔ ان کو اپنوں کے لیے موم اور دشمنوں کے لیے سنگِ خارا بنا دیا۔ مسلم امت کو پسپائی کے بجائے پیشرفت، سرافگندگی کے بجائے سرفرازی اور سفلہ پیشی اور دون ہمتی کے بجائے علو پسندی اور جگر داری کا درس دیا۔ جہاد کی برق و رعد کے سامنے قیصر بھی مات کھا گیا اور کسریٰ بھی۔ بحرالکاہل سے لے کر بحرِ ظلمات تک اسلام کا سایۂ رحمت پھیل گیا۔ ویانا کی دیواروں تک اس کی گونج پہنچ گئی۔ اندلس کی تاریک دنیا اس کی روشنی سے چمک اٹھی۔ الغرض جب تک مسلم امت کے اندر روحِ جہاد کام کرتی رہی، وہ خوددار و پرشکوہ رہے اور جونہی یہ روح رخصت ہوئی، ان کا شیرازہ بکھر گیا اور وہ منتشر بھیڑوں کے گلے بن گئے۔ علم و فن تو ان کے ہاں سے رخصت ہوا ہی تھا، وہ آزادی و استقلال بھی کھو بیٹھے اور آج تک ماضی کی غلطیوں کی سزا بھگت رہے ہیں۔

استعماری طاقتیں مسلمانوں کی قوت کا حقیقی راز سمجھتی تھیں۔ انھوں نے مسلمانوں پر اپنے

تسلط کے منحوس پر پھیلانے کے بعد جہاد کا تصور مسلمان کے دل و دماغ سے کھرچنے کی کوشش کی۔ اور مسلمانوں کے ایک طبقے کو اس بات کا قائل کرنے میں کامیاب ہو گئیں کہ جہاد سے مراد صرف مدافعت ہے اور بہتر ہے کہ اس لفظ کو اسلام کی ڈکشنری سے نکال دیا جائے کہ اس سے خون کی بو آتی ہے۔ اسلامی جہاد کے بارے میں تو ان طاقتوں کا یہ رویہ تھا' مگر جب انھیں اپنے مفادات کی حفاظت کی ضرورت پیش آئی تو پہلی جنگِ عظیم میں بھی اور دوسری عالمگیر جنگ میں بھی وہ مسلمان نوجوانوں کو ایندھن بناتی رہیں۔ الجزائری نوجوان فرانس کے لیے جرمنوں کے خلاف خون کے نذرانے پیش کرتے رہے اور ہندو پاک کے مسلمان انگریزوں کی خاطر عراق و فلسطین میں اور برما و ملایا میں جانیں دیتے رہے۔ اور اب امریکہ کا نیو ورلڈ آرڈر صومالیہ میں اپنے اڈے قائم کرنے کے لیے اور بحر احمر کو اپنی تحویل میں لینے کی خاطر "پاکستانی مجاہدین" کو مظلوم صومالیوں کی سرکوبی کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ اور اگر یہی "پاکستانی مجاہدین" ستم رسیدہ کشمیریوں کی حمایت میں آواز اٹھائیں تو انھیں "دہشت گرد" کہا جاتا ہے۔

اسلامی تحریکوں کا یہ زبردست کارنامہ ہے کہ انھوں نے صدیوں سے مردہ روحِ جہاد کو دوبارہ ملتِ اسلامی کے اندر زندہ کر دیا ہے۔ اب انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک اور ترکی سے لے کر موزمبیق تک جہاد کے نغمے گونج رہے ہیں۔ اور یہی لہر مغرب کو مخبوط الحواس کیے جا رہی ہے۔ مگر جس قدر اس لہر کے خلاف مغرب کے قائدین اور مغرب کے ذرائع ابلاغ پروپیگنڈے کی توپیں کھولے ہوئے ہیں' اسی قدر اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

نظریہء جہاد کو اپنی اصل حقیقت کے ساتھ سب سے پہلے ہندوستان کے ایک ۲۳ سالہ نوجوان نے پیش کیا۔ اس نوجوان کا نام ابو الاعلیٰ مودودی تھا اور وہ ہندوستان میں مسلمانوں کے نمائندہ اخبار "الجمعیت" دہلی کا مدیر مسئول تھا۔ اس نوجوان نے اخبار کے صفحات پر ۲۲ قسطوں میں اسلام کے قانونِ جنگ پر ایک مضمون لکھا۔ اس مضمون کو بعد میں جناب علامہ سید سلیمان ندویؒ نے "الجہاد فی الاسلام" کے نام سے شائع کیا۔ جہاد کے موضوع پر دورِ حاضر کی یہ پہلی کتاب ہے جو ہند کی سرزمین میں منصہء ظہور پر آئی۔ اس کے بعد امام حسن البناؒ نے "جہاد فی سبیل اللہ" کے عنوان سے ایک کتابچہ تحریر کیا۔ یہ وہ دور تھا کہ مسلمانوں کے اہلِ علم و دانش' جہاد کے بارے میں مسلسل صفائیاں اور معذرتیں پیش کر رہے تھے۔

یہ تو فکری میدان میں دعوتِ جہاد کا آغاز تھا۔ ۱۹۴۷ء کو جب اقوامِ متحدہ کی طرف سے "اسرائیل" کے قیام کا اعلان ہوا اور فلسطین کا بہت بڑا حصہ "اسرائیل" کو دیا گیا تو اخوان